عظمت علی، ریسرچ اسکالر
شعبہ بلوچی، جامعہ بلوچستان کوئٹہ

مست توکلی اورشاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری کا مختصر تقابلی جائزہ

THE COMPARATIVE STUDY OF MAST TAWAKLI AND SHAH ABDUL LATIF BHITAI'S POETRY

Abstract:

To understand the true greatness of Mast Tawakli and Shah Abdul Latif is essential to make an artistic, literary and linguistic assessment of his poetry. By now such an assessment has been made at two levels: local and international, At local level, the scholars and researchers have studied the linguistic qualities, style, prosody and musical elements of his poetry and have given him a high position among the great poets.

شاعری انسانی احساسات وجذبات اور مشاہدات وتجربات کی عکاسی کا نام ہے۔ کوئی انسان ہو وہ ہمہ وقت کسی نہ کسی چیز یا قدرت کی تخلیق کردہ اشیاء کے مشاہدے میں یا اپنی وقتی ایجادات اور تخلیقات میں مصروف رہتا ہے۔ اور سوچوں میں گم رہتا ہے۔ ہر انسان کے سوچنے کا اپنا نکتہِ نظر ہے، لیکن حساس لوگ اس کو لکھ کر یعنی تحریری کی صورت میں بیان کرتے ہیں۔ جنہیں مضمون، ناول نگاری، افسانوں اور کہانیوں کے زمرے میں رکھا جاتا ہے، اور کچھ لوگ مختلف فنون جیسے مجسمہ سازی، سنگ تراشی، نقش نگاری اور فن مصوری کے ذریعے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور کچھ لوگوں کے خیالات کے اظہار کا ذریعہ شاعری ہوتا ہے۔ شاعری دنیا کے تمام زبانوں میں کی جاتی ہے، ہر زبان کے اپنے اصول ہیں۔ شاہ عبدالطیف بھٹائی کی شاعری میں صوفیانہ تخیل شاہ کے کلام کی حضوصیات ہے۔ ان کی شاعری سادگی اور بے لوث خلوص شامل ہے۔ وادیِ مہران کے عظیم المرتبت شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری پڑھنے کے بعد ہمیں اس بات کا اندازہ اچھی طرح ہوتا ہے۔ کہ اُن کے کلام انسانیت کے گرد گھومتے ہیں۔ آپ بے حد متقی اور پرہیز گار تھے۔ دنیاوی آلائشوں سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا، ساری عمر عبادت وریاضیت میں گزاری۔ انکی شاعری اس بات کا بین ثبوت ہے کہ انھوں نے جہالت کے چراغوں کو گُل کرنے اور اخلاقیات کا بہترین درس دیا۔ شاہ عبدا لطیف بھٹائی کا قابل قدر کارنامہ ''شاہ جو رسالو'' ہے۔

''مست، بارش یا باران کے بعد زمین کی سوندھی خوشبو، درختوں کی شادابی، فصلوں کی سیرابی اور دہقاں و کاشتکاروں کی خوشحال کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

ترجمہ

دور دیس سے بادل قطار اندر آرہے ہیں
خوشحالی کا دور دورہ ہے اور رب کے رحمتوں کا نزول ہے
ہر شخص اپنے کاشت اور فصل کے باعث خوش و خرم ہے
بارش کی پھوار سے دھل کر درخت ترو تازہ ہیں
زامر کی شاخیں پہاڑوں کی چٹانوں پر لرزاں ہیں

شاہ عبداللطیف بھٹائی نے بھی اسی مفہوم کو موضوع سخن بنایا ہے۔ جس کا منظوم اردو ترجمہ شیخ ایاز نے یوں کیا ہے۔

سیہ بادل فلک پر چھارہے ہیں
مسلسل رحمتیں برسارہے ہیں
محن و خاشاک کے پژ مردہ چہرے
تروتازہ سے ہوتے جارہے ہیں '' (1)

مست توکلی اور شاہ عبداللطیف بھٹائی نے اپنی تخلیقی قوتوں سے زندگی کا رس نچوڑ کر اسے اپنی شاعری کے کوزے میں بند کر دیا ہے جب تک دنیا باقی ہے مست توکلی اور شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری بھی باقی رہے گی۔ آنے والے زمانوں میں شاعری اپنا چولا بدلے گی۔ جیسے کے مست اور شاہ عبداللطیف بھٹائی کے زمانے سے اب تک بدلتی رہی ہے لیکن مست اور شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری مشعل اسی طرح روشن رہے گی جیسے اب تک روشن رہی ہے۔

"اٹھ رہے ہیں شمال سے بادل
اب مدینے کی سمت جائیں گے
لے کے فیضانِ روضہ اطہر
تپتے صحرا کو لوٹ آئیں گے
بات بن آئے گی سنگھاروں کی
وہ پیام بہار لائیں گے
پھیل جائے گی مشک کی خوشبو
جب فضا پر وہ آکے چھائیں گے

دشت و در میں چہل پہل ہوگی
وہ نئ بستیاں بسائیں گے۔ " (2)

شاہ عبداللطیف بھٹائی اپنے دل میں عشق کی آگ روشن کرلیتا ہے اور اسی عشق میں پناہ ڈھونڈھتا ہے اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرلیتا ہے۔ لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب دل آئینہ کی طرح پاک اور صاف ہو۔ دل اُس وقت صاف ہوتا ہے جب وہ زمانے کی آلائشوں سے دور ہو جاتا ہے مادی خواہشات کا دامن چھوڑ کر روحانی دنیا میں آجاتا ہے۔ اس عمل سے جب اس کا دل صاف ہو جاتا ہے تو دل اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ حقیقت کا ادراک کرسکے اس دل کے دریچے سے اُسے ذات باری کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے۔

ہوگئے ایک مل کے ذات و صفات
مٹ گیا فرق عاشق و معشوق
ہم ہی کوتاہ ہیں رہے ورنہ
وہی خالق ہے اور وہی مخلوق"(3)

شاہ عبداللطیف بھٹائی اور مست توکلی ایک چراغ کی کرنیں ہے۔ یہ وہ سچائی ہے جسے ابھی تک نہیں پہچان پائے۔

"اجلی اجلی کونجیں، کل ھی کتنے جھرمٹ سے
ان کے اڑاڑ کر اس دیس سے ناجے کتنی منزل دور گئے
اپنی سنگت وہ کب چھوڑیں، کیوں چھوڑیں وہ اپنا ساتھ؟
ان کے من ہوں ساتھ ملے ہیں جیسے باھم بات سے
پاتاپنی قوم سے ہٹ کر رہنا کونجوں کا دستور نہیں
اس سے بڑا اُن کی دینا میں کوئی اور قصور نہیں" (4)

شاہ عبداللطیف بھٹائی کے عقیدے کے مطابق عشق کے بغیر دنیا کا نظام نہیں چل سکتا، دینوی اور دینی لحاظ سے عشق زندگی کی ضرورت ہے خدا تک پہنچنے کے واسطے صوفیاء جذبہ عشق کو اپنا رہنما بناتے ہیں۔ عشق کی حرارت کے بغیر کائنات کا نظام نہیں چل سکتا۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی بھی عشق کی عظمت کے قائل ہیں اور اس سلسلے میں شاہ عبداللطیف بھٹائی عقل کی مصلحت اندیشوں سے بخوبی واقف ہیں۔
ترجمہ

" بادل ساون کی طرح قطاراندر قطار چلے آئے
بادل غڑغوں میں گرجتے ہیں بارش کا شور ہے

ملائکوں نے، عرشی فرشتوں نے مفصل حال بیان کیے
(کہ) سمو حوروں کے جھرمٹ میں چوبلی میں متمکن ہے
وہ آبِ کوثر نوش کرتی ہے نور کے پیالوں میں
نور کا ایک پیالہ اس نے مست کیلئے الگ رکھا ہے
کونج قطار اندر قطار اور سمو خراماں ، حسین چال میں
کونج آوازیں نکال نکال کر خوش خرام حسیناؤں کو باخبر کردیتے ہیں" (5)

شاہ عبداللطیف بھٹائی نے اپنی انفرادیت سے ہموار اور نرم لہجہ اختیار کیا بعد میں آنے والے شعراء نے بھی اس سلسلے میں ان کی تقلید کی ہے، انسان کی عظمت کا گہرا احساس اور وسیع المشربی شاہ عبداللطیف بھٹائی کے کلام میں جابجا جھلکتی ہے۔

"گرج چمک اور جھوم کے آئے بدرا اب کی بار
چم چم چمکے ، گھن گھن گرجے ، برسے میگھ ملھار
جائیں استنبول ، کوبدرا، برسے مغرب پار
چین دیس اور سمر قند پہ برکھا کی یلغار
برس رہیں ہے۔ روم پر بادل کابل اور قندھار
جھوم چلے ہیں دہلی، دکھن، بھیگ چلا گرنار
بھیگا بھیگا جھنجھ ہے سارا بھٹ پہ بوند بہار
لوٹ کے عمر کوٹ پہ برسی ، ہر سُو ہے ولہار
میری " سندھڑی" پر بھی سائیں رحمت ہو ہر بار" (6)

مست توکلی اور شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو مست اور بھٹائی کے شاعری میں بارشوں کے حوالے سے یکساں دیکھنے کو ملتا ہے۔ مست توکلی اور شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری میں گرجتے بادلوں، کڑکتی بجلیوں اور موسلادھار بارش اور اُسکی جھڑیوں سے عشق دیکھنے کو ملا ہے۔ مست اپنی محبوبہ سمو کو بھی ان ہی مناظر قدرت کا ایک پرتو سمجھتا ہے۔ جیسے کہ۔

ترجمہ

میری التجا سے مالک مہربان ہوا
ماڑی کے اوپر پانی بھرے بادل چھائے
گرجے بادل تتڑا کی چوٹی پہ دھواں دھار برسے
ترک کنا اور ماڑک بند کو سیراب کریں

بارش " ریخ " پہ برستی ہے اور بہا ولاں زئی پہ سایہ فگن ہوں
پر سمیٹ کر شوخو پہ برسیں
پیر ءَ کور اور سخی کی خانقاہ پہ اتریں
پیر سر پہ گھوم کر محبوبہ کی رہائش گاہ پہ اتریں
سمو! مترنم آواز سے سہیلیوں ہمجولیوں کو پکار کے کہنے
اپنے خیموں کی طنابیں کھینچو اور خیمے پہ ڈالی چٹائیوں کو برابر کر دو
کہ کابل و قندہار پہ چمکتی بجلیاں قریب آرہی ہیں
گرج کا شور ہے ، خوش آئند ہیں تمہاری میٹھی موسیقی
بوندوں کی میٹھی آوازیں ہیں خوش آئند ہیں زمین پہ ٹکرانے کی تمہاری آوازیں
پیر سر اتر کر محبوبہ کی قیام گاہ کا رخ کرتی ہیں
یہ بوندیں تو بیل بوٹوں کو خوشبو دار کول ، روزن کو اگنے میں مدد دیتی ہے(7)

شاہ صاحب کی تمام شاعری اسلام کے بنیادی ارکان اور ایمانی عقائد کے عین مطابق ہے۔ آپ نے اپنی شاعری میں پیغمبری کی ترجمانی کی ہے اور ترجمانی بھی سطحی نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے ایمانی جوش و جذبہ کا نتیجہ ہے۔ جس میں انسانیت کے مرجھائے ہوئے پھول تھے جن میں تازگی پیدا کرنے کے لئے آب حیات کا عمیق مہران موجزن نظر آتا ہے۔

"تیری ہی ذات اول و آخر
تو ہی قائم ہے اور تو ہی قدیم
تجھ سے وابستہ ہے ہر تمنا ہے
تیری ہی آسرا ہے رب کریم
والی شش جہات واحد ذات
درازقد کائنات رب رحیم" (8)

بہر حال شاہ عبداللطیف بھٹائی نے اپنی استطاعت کے مطابق اس ذات بے سہمتا کی شان کبریائی کے سامنے سر نیاز خم کرنے کا فرض ادا کیا ہے اور مست توکلی ذات باری کے متعلق فرماتے ہیں کہ ذات اقدس قائم دائم اور قدیم ہے جبکہ باقی دنیا فانی ہے۔ خدائے قدوس کی ذات حکمتوں اور مظاہروں قدرت میں تو ظاہر و عیاں ہے لیکن ظاہر ہونے کے باوجود نور کے پردوں میں مستور ہے۔ کیا ہے کہ

ترجمہ:

ہر چیز فنا ہو جائے گی فقط ذات الہٰی باقی رہے گا

اس کے سامنے کسی اور ہستی کی کیا حقیقت ہے
محبوب (حقیقی) بظاہر عیاں لیکن نورانی چادر میں پنہاں ہے
اپنی نظر کرم سے ہماری جانب توجہ مبذول فرما
تو یکتا ، پاک اور گناہ بخشنے والا ہے
تیری قدرت کا ملہ ہر بات پر قادر ہے
تو بادشاہ ہے بلند و برتر اور بے مثال
تو ہی میرا وارث اور میرا حال زار جاننے والا ہے
تو ہی بیکسوں کا پرورش کرنے والا ہے" (9)

شاہ عبداللطیف بھٹائی کا تصوف زندگی آموز ہونے کے ساتھ زندگی آمیز بھی ہے۔آپ خدا کے خود بھی سچے عاشق تھے اور آپ کی ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ سب لوگ بھی خدا کو صحیح طور پر اور بخوبی پہچان لیں تاکہ بے راہ روی اور گمراہی ان کے قریب سے بھی نہ گزرے۔

الف

"ان کے لب پ ہے سورۂ اخلاص
جن کو حرفِ الف سے الفت ہے
کاپڑی ہو گئے فنا فی اللہ
زندگی ان کی اب عبادت ہے
مل گیا ان کو مرشد کامل
یہ سعادت بڑی سعادت ہے

ب

بزم ہستی کی راحتوں کا ذکر
ان کے نزدیک بے حقیقت ہے
جن کو پیارا ہے مرشد کامل
ترکِ دنیا میں ان کو راحت ہے

پ

پیکر خستہ نذر آتش عشق
رنج و غم کے الاؤ ہیں دل میں

کیا تعلق کسی سے اب ان کو
کون جانے جو گھاؤ ہیں دل میں

ت

تیز گام وہ توکل ہیں
وہ ازل سے ہیں راسخ الایمان
کوئی توشہ نہیں ہے ان کے پاس
ان کے سر پر ہے سایۂ رحمان
مطمئن ہیں ہر ایک عالم میں
مل گیا ہے گرو سے سچا گیان

ث

ثبت ہے دل پہ نقشِ عہد وفا
جاں و دل سے کسی پہ مائل ہیں
کیا خبر ان کے دیدہ و دل میں
کس کے سوز و گداز شامل ہیں
وہ کمربستہ رھرو لاہوت
صرف حرفِ الف کے قائل ہیں

ج

جاں بحق ہو گئے ہیں آدیسی
کر دیا اپنے نفس کو نابود
خود فراموش ہو گئے دیکھ لیا
اپنے ہی دل میں جلوۂ معبود

ح

حیرتی ہوں میں دیکھ کر ان کو
کتنے خود آشنا ہیں وہ مجذوب
دوستی اور دشمنی ان کی

صرف اللہ تعالیٰ ہی سے ہے منسوب
پیر و مرشد سے جا ملے جوگی
مٹ گیا فرقِ شاہد و مشہود

خ

خوفِ حق سے ہمیشہ مہر بلب
بغض دل میں نہ کوئی کینہ ہے
ہو سکے جس سے مغفرت حاصل
ان کو پیارا وہی قرینہ ہے

د

دل میں سوزِ دردوں چھپائے ہیں
دھونیاں درد کی رمائے ہیں
جو غم ماسوا سے تھے منسوب
دل سے وہ نقش سب مٹائے ہیں
پیر و مرشد کے والم و شیدا
پیر و مرشد سے لو لگائے ہیں

ذ

ذکر معبود میں ہیں دائم مست
پاک باطن ہیں اور نیک اطوار
قتل ہوتے ہیں ملحد و مرتد
ان کی تسبیح سے کہ ہے تلوار
جو سزا و جزا کا مالک ہے
جاوداں اس کے عشق میں سرشار

ر

روح محکوم قادرِ مطلق
قلب اس کی رضا پہ راضی ہیں

اب تو وہ جاں سپردگان وفا
ہر سزا و جزا پہ راضی ہیں

ز

زندگی میں کوئی نہیں خامی
زہد سے پختہ ہو گیا کردار
مخلصانہ عبادتیں ان کی
ان کے جوش و خروش کا اظہار

س

سوامیوں کے لئے نہیں سونا
ان کی آنکھیں ہے نیند سے بیزار
جاگ کر رات کاٹ دیتے ہیں
یہ طلب گار دولتِ بیدار
مل گئی ان کو منزل عرفاں
وصل مرشد سے ہو گئے سرشار

ش

شرع کے جان و دل سے ہیں پابند
کاپڑی پیرو طریقت ہیں
مطمئن ہیں وہ صاحب ایماں
جن کے دل عارف حقیقت ہیں
کتنے خویش بخت ہیں وہ خوش اعمال
جو سزاوار عیش جنت ہیں

ص

صبر کرنا انھوں نے سیکھا ہے
ان کے غم کا یہی مداوا ہے
رہگذار حیات میں اکثر
ان کو ثابت قدم ہی پایا ہے

ض

ضامن قرب دوست تنہائی
اب انھیں واسطہ ہے خلوت سے
من کی دنیا میں ہیں مگن جوگی
ہو کے آگاہ ہر حقیقت سے
لذت درد جاوداں پائی
خود فراموشی محبت سے

ط

طالبوں کو کوئی خیال تو ہے
جاودانہ ہے جستجو ان کی
کیوں نہ ہو جائیں فنا فی اللہ
کہ اسی میں ہے آبرو ان کی
حسن و حق کی تلاش ہے ان کو
کاش پوری ہو آرزو ان کی

ظ

ظاہری طورپر بھی ہیں دین دار
ان کا باطن بھی سربسر ایمان
شعر و نغمہ سے ان کو ملتا ہے
اک نیا کیف اک نیا وجدان
وہ خدا جو ہے واحد و قہار
اس کی پہچان ان کو ہے آسان
ان کا سوز و گداز کیا کہیے
جان کو وہ نہیں سمجھتے جان

ع

عارفوں کی عجیب ہے ہر بات
آپ قاتل ہیں آپ درماں ساز

جانتے ہیں وہ صاحب اوصاف
فکر بیم و رجا میں ہے کیا راز
درمیانہ روی کا آئینہ
ان خدا آشناؤں کی تگ و تاز

غ

غم زدہ کس قدر ہیں سنیاسی
پھر بھی حرص و ہوا سے ہیں آزاد
نورِ مشرق سے آشنا ہو کر
فکر صبح و مسا سے ہیں آزاد
کوئی دل میں نہیں خدا کے سوا
کشش ماسوا سے ہیں آزاد
روح پرور صدا لگاتے ہیں
آتشِ غم سے دل جلاتے ہیں

ف

فکر حق میں فنا ہیں آدیسی
آشنائے خدا ہیں آدیسی
امتحانِ فراق کیا کہیے
درد میں مبتلا ہیں آدیسی
کیوں نہ ہم ان کے ہمنوا ہو جائیں
روح پرور صدا ہیں آدیسی

ق

قریب منزل ہے اور لاہوتی
حسن ملکوت سے ہے دل معمور
ان کا مسکن ہے عالم ناسوت
قربت غیر اب نہیں منظور

ان کی معجز نما نگاہوں نے
کوئی دیکھا ہے جادۂ پرنور

ک

کر کے اللہ کی رضا جوئی
کاپڑی کورنش بجا لائے
دست بستہ بہ دیدۂ خونباز
حسن جاناں کے روبرو آئے
کون جانے انھوں نے در پردہ
کتنے انعام عیب سے پائے

گ

گرمیٔ شوق ان کی ہجرت ہے
بس یہی جوگ کی علامت ہے
انھیں دیر و حرم سے کام نہیں
لامکاں سے جنہیں عقیدت ہے
صرف اللہ سے وہ ڈرتے ہیں
صرف اللہ سے محبت کرتے ہیں

ل

لامکاں ہو گئے ہیں لاہوتی
کر کے راز و نیاز کی باتیں
اب ہمیشہ زباں پہ رہتی ہیں
قادر و کارساز کی باتیں
محرمیت ہی محرمیت ہیں
ان کے سوز و گداز کی باتیں

م

محرم وصل جان جاں جوگی
گم ہیں لاہوت کی محبت میں

نیک اعمال دلنشیں کردار
اب تو شامل ہیں ان کی فطرت میں
جاگ کر رات کاٹ دیتے ہیں
ذکر حق کی دوام لذت میں

ن

ناز پروردہ غم محبوب
خود فراموش و بے اماں جوگی
کیا خبر کس کا پاس فرمان ہے
سوئے نانی ہیں پھر رواں جوگی

و

وہ وفا کیش و حق نگر جوگی
وصل کی آرزو میں جیتے ہیں
بھید ان کا کسی کو کیا معلوم
جانے کس جستجو میں جیتے ہیں

ہ

ہر گناہ و ثواب سے آزاد
آشنائے رموزِ وحدت ہیں
کاپڑی موت سے نہیں ڈرتے
راز دار غم محبت ہیں
کوئی دیکھے تو کتنے پراسرار
یہ ہوا خواہِ محرمیت ہیں

ی

یاد اللہ میں ہیں وہ مشغول
فکر دنیا ہے درد سر ان کو
دور ہر راہ معصیت سے دور

پیش ہے پھر کوئی سفر ان کو
پیر و مرشد کی جستجو میں کہیں
لے گئے پھر دل و نظر ان کو" (10)

جس طرح شاہ عبداللطیف بھٹائی کا خیال ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات ہی ہموار اور کشادہ راہ پر سفر کرنے کے لئے حقیقی جذبہ پیدا کرتی ہیں اور یہ جذبہ جب کسی کے اندر پیدا ہو جائے تو پھر وہ اپنی منزل سے کبھی نہیں بھٹکتا ہے اور اسی طرح مست توکلی خدائے قدوس کی حمدیت کا پرچار کرتے ہیں۔ جس نے اپنی شان کریمی سے نیک وبد کے امتیاز سے بے نیاز ہو کر بندوں پر رحمتوں اور برکتوں کی بارش کی ہے۔ خدائے عزوجل کے حمد کے بعد شاعر، بارگاہ رسالت میں اپنی محبت وعقیدت کے پھولوں کا نذرانہ پیش کرتا ہے اور آخر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بازوئے خیبر شکن کی تعریف میں نغمہ سرا ہوتا ہے۔

" میں خدا کی قدرتوں کا ثنا خواں ہوں
اس کے رنگا رنگ مظاہر اور تخلیقات کا بیان کرتا ہوں
اس سخی کی نعمتوں اور مرحمتوں کو یاد کرتا ہوں
خدائے صمد کی عطا کردہ شیریں مشروبات کا شکریہ ادا کرتا ہوں
پکے ہوئے عالیشان باغات عطا کرنے کا (احسان مند ہوں)
آنحضرت (بنی نوع انسان کے) برگزیدہ تریں شخصیت اور بادشاہ ہیں
وہ خوشی اور شادمانی کے پیام لے کر آئے
میدان جنگ کے بہادروں کے پہلوان شاہ (حضرت علیؑ) ہیں
مردانہ وار قول نبھانے کی صلاحیت ان کی شان کا طرہ امتیاز ہے
اللہ اور علیؑ اچانک مدد کو پہنچتے ہیں" (11)

محاصل:

بلوچی ادب تین مختلف ادوار پر مشتمل ہے، پہلا دور کلاسیکی دور کہلاتا تھا، دوسرا دور ملائی دور تھا اور تیسرا جدید دور تھا۔ اسی طرح مست توکلی کا شمار ملائی دور سے ہوتا ہے۔ اس دور کے سرخیل ملا فاضل تھا اور مست توکلی اس دور کے اہم شاعر تھے۔ مست کی شاعری کا تعلق براہِ راست عشق کے جذبات اور احساسات سے لبریز تھا اور اس کے ساتھ ساتھ سموُاُس کی شاعری میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ مست کی شاعری کا زیادہ تر حصہ سمو کی دوستی اور مہر و محبت سے جڑا ہوا ہے۔ اس ہی طرح بلوچی ادب میں اس کی شاعری نے ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ اور اسی طرح شاہ عبداللطیف بھٹائی سندھ کے اکابر اولیاء سے ہیں۔ اگرچہ سندھ میں بڑے جلیل القدر اولیاء صوفیاء اور شعرا پیدا ہوئے، لیکن ان سب میں شاہ عبداللطیف

بھٹائی کو خاص شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔انکی ذات فیوض و برکات کا سر چشمہ تھی۔اس کے علاوہ ان کی شاعری اثر وتاثیر، سوز و گداز کا ایک خزینہ ہے۔

مست توکلی اور شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری کا تقابلی جائزہ لیا گیا۔ جس میں وہ اپنی ہم عصر شاعر کے خوبصورت اور دل نشین منظوم شاعری سے بہت متاثر تھے۔ شاعری انسانی احساسات وجذبات اور مشاہدات و تجربات کی عکاسی کا نام ہے۔ کوئی انسان ہو وہ ہمہ وقت کسی نہ کسی چیز یا قدرت کی تخلیق کردہ اشیاء کے مشاہدے میں یا اپنی وقتی ایجادات اور تخلیقات میں مصروف رہتا ہے۔اور سوچوں میں گم رہتا ہے۔ ہر انسان کے سوچنے کا اپنا نکتہِ نظر ہے۔اسے ہی حالات مست اور اِس کے ہم عصر شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شاعری کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے بحث و مباحث کیا گیا ہے۔ تحقیقی مقالہ کے اس حصے کے مطالعہ سے پڑھنے والوں کو اس بات کا اچھی طرح سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ مست توکلی اپنے ہم عصر شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی سے کس طرح متاثر تھے اور مست کی شاعری میں کون سے جداگانہ صلاحیت موجود ہیں۔

حوالہ جات:

1۔ مری، میر مٹھا خان، سمو بیلی مست، بلوچی اکیڈمی کوئٹہ، 1991، ص:66

۲۔ ویب سائٹ، شاہ عبداللطیف بھٹائی کلام، https//www.sufianakalaam.com

3۔ سبط حسن، سید ''شاہ عبداللطیف بھٹائی'' مشمولہ، سر سید ین پاکستانی ادب، فیڈرل گورنمنٹ سر سید کالج راولپنڈی، 1981، ص:281

4۔ خیابانِ پاک، ادارہ مطبوعات پاکستان کراچی، 1954، ص:30تا31

5۔ مری، ڈاکٹر شاہ محمد، مستیں توکلی، سنگت اکیڈمی آف سائنسز کوئٹہ، 2014، ص، 93

۶۔ سلیم، آغا، شاہ عبداللطیف بھٹائی "سر سانگ" ویب سائٹ: https//www.urduweb.com

7۔ مری، ڈاکٹر شاہ محمد، مستیں توکلی، سنگت اکیڈمی آف سائنسز کوئٹہ، 2014، ص، 222

8- شاہ عبداللطیف بھٹائی، https//www.sufianakalaam.com ویب سائٹ

9- مری، میر مٹھا خان، سمو بیلی مست، بلوچی اکیڈمی کوئٹہ، 1991، ص:128

10- شاہ عبداللطیف بھٹائی، https//www.sufianakalaam.com ویب سائٹ

11- مری، میر مٹھا خان، سمو بیلی مست، بلوچی اکیڈمی کوئٹہ، 1991، ص132

کتابیات:

1-مستیں توکلی (ڈاکٹر شاہ محمد مری)2014 سنگت اکیڈمی آف سائنسز کوئٹہ،
2-سموبیلی (میر مٹھاخان) بلوچی اکیڈمی کوئٹہ، 1991
3-سر مستءِ بلوچستان (ذکیہ سردار خان)
4-توکلی مست 2012 (میر مٹھاخان مری) بلوچی اکیڈمی کوئٹہ
5-تزکرہ صوفیائے بلوچستان (انعام الحق کوثر)
6-مست توکلی (غوث بخش صابر) لوک ورثہ اسلام آباد) بلوچستان اکیڈمی کوئٹہ
7-بلوچی قدیم شاعری (جسٹس خدا بخش مری)
8-بلوچستان کی کہانی شاعروں کی زبانی 1976 (میر گل خان نصیر) بلوچستان اکیڈمی کوئٹہ
9-اولیائے سندھ 2006 (اقبال احمد) سٹی بک پوائنٹ کراچی
10-قدیم بلوچی شاعری کا تنقیدی جائزہ (واحد بخش بزدار)
11-خیابانِ پاک، ادارہ مطبوعات پاکستان کراچی، 1954